ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

Vol. 6 No.2 2022

مجید امجد اور اختر الایمان کی نظموں میں سماجی شعور کا تقابلی مطالعہ

COMPARATIVE STUDY OF SOCIAL CONSCIOUSNESS IN THE POEMS OF MAJEED AMJAD AND AKHTAR UL EMAN

شیریں گل

ریسرچ سکالر، فاطمہ جناح ویمن یونیورسٹی، راولپنڈی

ڈاکٹر اقلیمہ ناز

اسسٹنٹ پروفیسر، فاطمہ جناح ویمن یونیورسٹی، راولپنڈی

Abstract

Majeed Amjad and Akhtar ul Eman are two eminent Urdu poets. Both were contemporary poets and presented the social matters of the era in their poetry. There is a lot of harmony in the thinking of both to solve social problems with the help of Urdu poetry. Occasionally they expresses their thoughts using symbols to highlight the social issues. In this research paper a Comparative Study of Social Consciousness in the Poems of Majeed Amjad and Akhtar ul Eman has been taken.

Key Words: Akhtar ul Eman, Majeed Amjad, Poems, Social consciousness, comparative

کلیدی الفاظ: اختر الایمان، مجید امجد، نظمیں، سماجی شعور، تقابل

سماجی شعور کسی بھی معاشرے میں رونما ہونے والی تبدیلیوں سے آگاہ رہنے کو کہتے ہیں۔ ادب میں سماجی شعور دراصل خود ادب ہی ہے کیونکہ ادب سماج سے ہی جڑا ہے۔ ادیب یا شاعر سماج کا حصہ ہونے کی بنیاد پہ اپنی تخلیقات میں سماج ہی کی عکاسی کر رہے ہوتے ہیں۔ معاشرے میں جس طرح کے حالات وواقعات رونما ہوتے ہیں، ادیب یا شاعر ان سارے حالات وواقعات کو کبھی نثر کی صورت میں تحریر کرتا ہے تو کبھی شاعری کی صورت۔ اردو شاعری پر سماج کے گہرے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ اردو شاعری کی تاریخ میں جتنے بھی شعراء نظر آتے ہیں، ان سب کی شاعری میں سماجی مسائل اور معاشرے میں رونما ہونے والے حالات وواقعات نظر آتے ہیں جن سے ان کے سماجی شعور کا ادراک ہوتا ہے۔

تقابل سے مراد دو اشیاء یا دو فن پاروں کے درمیان کچھ خصوصیات کی بنا پر موازنہ کرنا ہے تاکہ اس موازنے کی بنیاد پر ان کے کلام میں کچھ مشترک اور مختلف پہلوؤں کی عکاسی ہو سکے۔ اس مقالے میں مجید امجد اور اختر الایمان کی نظموں میں سماجی شعور کا تقابل کیا گیا ہے۔

ادیب یا شاعر زندگی کا ترجمان اور اپنے عہد کی آواز ہوتا ہے۔ مجید امجد اور اختر الایمان دونوں ہم عصر شعراء ہیں اور دونوں نے ہی اپنی نظموں کے ذریعے اپنے سماج کی بھرپور عکاسی کی ہے۔ 1940ء سے لے کر 1960ء تک کے عرصے میں سماج میں جو کچھ رونما ہوا۔ ان سارے حالات وواقعات کو ان دونوں شعراء نے نہ صرف اپنی آنکھوں سے دیکھا بلکہ جھیلا بھی، خاص کر جنگوں کے اثرات، ہندوستان کی تقسیم اور قیام پاکستان کے بعد کے حالات۔ ان سارے حالات و واقعات نے نہ صرف عام انسان کو متاثر کیا بلکہ ان کی سوچ کو یکسر بدل کر رکھ دیا۔ نو آبادیاتی نظام نے سماج میں بسنے والے عام انسان کا کس طرح استحصال کیا۔ ظلم وجبر کے شکنجے میں جکڑے ہوئے عام آدمی کو کس طرح کے مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ ان دونوں شعراء نے اس حوالے سے قلم اٹھایا اور اپنے سماج کی بھرپور عکاسی کی۔ "مجید امجد اور اختر الایمان دونوں کی آواز اپنے عہد کی دوسری آوازوں سے نہ صرف یہ کہ ممتاز بلکہ انوکھی بھی تھی۔"1

دونوں شعرا اپنی نظموں میں متوسط طبقے کی نمائندگی کرتے نظر آتے ہیں۔ اس حوالے سے مجید امجد کی نظم "گوشت کی چادر" ملاحظہ کیجئے۔

"گوشت کی چادر لچکی 'اس پر اِک دو ترچھے شکن پڑے
اور بیل اَب نالے سے باہر تھا
اُس کے لوہے کے بازو اور شانے
اور صاف، سفید سی، کھال،
اور وہ خم کھائے ہوئے سینگ،

ہل کا اہل

جیوٹ اور مگن

جانے کب سے، جب سے کالی دھرتی پر

جیتے گوشت کی یہ اک چادر بچھی ہے

انسانوں نے سکھ کی فصلیں کاٹی ہیں"2

اسی طرح اختر الایمان نے بھی عام عوام کے دکھ درد اور مسائل کو اپنی نظموں کے ذریعے بیان کیا ہے۔ان کی نظم "جبر" سے اشعار ملاحظہ کیجئے:

"ہم بھکاری ہیں، بھکاری کی حقیقت کیا ہے!

ایک کشکول گدایانہ لیے پھرتے ہیں

منظرِ عام پہ، ویرانوں میں، آبادی میں

سب ہی بے بس ہیں، سبھی ہونٹ سیے پھرتے ہیں"3

مجید امجد کی نظموں میں سماجی شعور کا جائزہ لیا جائے تو انہوں نے معاشرے کے عام آدمی کو اپنی نظم کا موضوع بنایا ہے۔عام آدمی کے حقوق کے لیے آواز بلند کی۔ اور اپنی نظموں کے ذریعے عام آدمی کے مسائل کو بیان کیا۔ جبکہ اختر الایمان کے ہاں بھی ہمیں معاشرے کا عام آدمی نظر آتا ہے۔انہوں نے بھی اپنے ارد گرد بسنے والے عام آدمی کو حقیقی انداز میں متعارف کروایا ہے۔ دونوں کے ہاں سماج میں بسنے والا عام آدمی بہت اہم حوالے کے طور پر ملتا ہے۔

مجید امجد جس سماج میں پلے بڑھے، جوان ہوئے وہ سماج غلاظتوں اور ناہمواریوں کا معاشرہ تھا۔ اس میں اندرونی اور خارجی جبر واستبداد بھی تھا اور استحصال بھی۔ مجید امجد ایک ایسے حساس ذہن کے مالک فرد تھے جنھوں نے زندگی کے مظاہر کی ارضی تفصیلات اور روز وشب بغور دیکھے ۔ انسانوں کے چھلنی دل اور رستے زخموں کو دیکھ کر ان کا دل اداس ہو جاتا جن سے ان کے سماج کا ہر فرد دوچار تھا۔ مجید امجد اپنے گردونواح کے پورے ماحول کی جزئیات سے واقف تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اپنے سماج کے اس کرب اور حقیقت کو بیان کرنے کے لیے انہوں نے بے شمار ایسی نظمیں لکھیں جن میں انہوں نے اپنے سماج کی بھرپور عکاسی کی مثلاً "جہان قیصر وجم"، "جاروب کش"، "بارکش" اور "وطن" وغیرہ ایسی نظمیں ہیں جن میں اپنے معاشرے کے کھلو کھلے پن، دوغلے اخلاق اور استحصال کی نقاب کشائی کی ہے۔ مجید امجد کے کلام میں سماجی ومعاشرتی سطح پر ادراک حقیقت، کرب کو سمجھنے کا احساس اور جذبہ بغاوت سبھی جہتیں موجود ہیں۔ بعض دفعہ کھلے الفاظ میں اور بعض اوقات اشاروں کنایوں کی زبان میں اپنے سماج کی دردناک اور کرب ناک حقیقتوں کو اجاگر کیا۔ نظم "شاعر" سے اشعار ملاحظہ کیجیے۔

"یہ محلوں، یہ تختوں، یہ تاجوں کی دنیا

گناہوں میں لتھڑے رواجوں کی دنیا

محبت کے دشمن، سماجوں کی دنیا

یہاں پر کلی دل کی کھلتی نہیں ہے

کوئی چق دریچوں کی ہلتی نہیں ہے

مرے عشق کو بھیک ملتی نہیں ہے

اگر میں خدا اس زمانے کا ہوتا

تو عنوان کچھ اور اس فسانے کا ہوتا

عجب لُطف دنیا میں آنے کا ہوتا

مگر ہائے ظالم زمانے کی رسمیں

ہیں کڑواہٹیں جن کی امرت کے رس میں

نہیں میرے بس میں نہیں میرے بس میں"4

اسی طرح اختر الایمان بھی اس قدر حساس طبیعت کے مالک تھے کہ انہوں نے بھی اپنے عہد کی سماجی ناہمواریوں کو بیان کیا ہے۔ ان کے گردوپیش کے ماحول میں کوئی بھی واقعہ یا مسئلہ رونما ہو تا تو اسے اپنی نظم کا موضوع بنا لیتے۔ مجید امجد کی طرح اختر الایمان کی نظموں میں بھی سماجی شعور کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے بھی سماج میں رہنے والے انسان کے کھوکھلے پن، مٹتی ہوئی اخلاقی اقدار کو موضوع بنایا۔

دونوں شعراء علامتوں کا سہارا لے کر علامتی انداز میں سماج کی حقیقت کو اجاگر کرتے ہیں۔ مجید امجد نے اپنے سماج کے مظلوم اور پسے ہوئے طبقے کے لیے آواز بلند کی کہ کس طرح امراء غربا کا استحصال کرتے ہیں۔ اس حوالے سے علامتی انداز میں نظمیں لکھ کر اپنے سماج کی بھرپور عکاسی کی ہے۔ نظم "ہڑپے کا کتبہ" کی مثال لی جائے تو اس کے ذریعے مجید امجد نے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ کس طرح سرمایہ دار، جاگیر دار لوگ مزدور اور محنت کش کسان کا استحصال کرتے ہیں۔ کسان جو محنت کرتا ہے اور جاگیر دار کی قسمت کو بدل کر رکھ دیتا ہے لیکن اپنی قسمت کو تبدیل نہیں

کر سکتا۔ نظم کے آخر میں مجید امجد نے کسان کے لیے بیل کی علامت کا استعمال کیا ہے کہ کسان بھی بیل کی طرح اس نظام کے جوئے میں جتا ہوا ہے۔ غلامی کا یہ جوا اتارنا اس کے بس میں نہیں ہے۔ وہ زمین پر خوش حالی کی لکیریں تو کھینچ سکتا ہے لیکن اپنے مقدر کی لکیروں کو بدلنے سے قاصر ہے۔ نظم ملاحظہ کیجیے۔

"بہتی راوی اترے تٹ پر'۔۔۔ کھیت اور پھول اور پھل
تین ہزار برس بوڑھی تہذیبوں کی چھل بل!
دو بیلوں کی جیوٹ جوڑی، اک ہالی اک ہل!
سینۂ سنگ میں بسنے والے خداؤں کے فرمان
مٹی کاٹے، مٹی چاٹے، ہل کی اُنی کا مان
آگ میں جلتا پنجر ہالی کا ہے کو انسان،
کون مٹائے اس کے ماتھے سے دکھوں کی ریکھ
ہل کو کھینچنے والے جنوروں جیسے اس کے لیکھ
تپتی دھوپ میں تین بیل ہیں دیکھا!"5

اختر الایمان کے ہاں بھی پسے ہوئے طبقات اور محنت کش طبقے کے لیے آواز بلند ہوتی نظر آتی ہے۔ علامتی انداز میں لکھی گئی نظم 'سب رنگ' جس میں مختلف جانوروں کو بطور علامت استعمال کیا ہے اور بیل کی علامت کو ہندوستان کے محنت کش طبقے کے لیے استعال کیا ہے۔ جس طرح مجید امجد نے اپنی نظم 'کہانی ایک ملک کی' میں بھی اپنے سماج میں بسنے والے کسانوں اور مزدوروں کے استحصال زدہ طبقے کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا ہے۔ جاگیر دارنہ ذہنیت اور نظام کے خلاف نفرت کا اظہار کیا۔

اختر الایمان نے بھی اپنی بہت سی نظموں میں علامتی انداز میں اپنے دور کے پسے ہوئے محروم طبقات کا ذکر کیا اور ان کے حالات کو بیان کیا ہے۔ سماج میں پھیلے جبر، تشدد اور استحصال کے خلاف آواز بلند کی، خاص کر سرمایہ دار طبقہ کس طرح کمزوروں کا استحصال کرتا ہے۔ طاقت وروں کا استحصالی نظام کس طرح مفلس ونادار طبقے کو نگل جانے کے درپے ہیں۔ کمزور طبقے تاریکی اور سیاہی میں دھکیلے جارہے ہیں اور جب کوئی کمزور اور مفلوک الحال لوگوں کے لیے آواز بلند کرتا ہے تو اسے طاقت کا استعال کر کے چپ کروادیا جاتا ہے اور ان طبقات کی حالت بدتر سے بدتر ہوتی چلی جاتی ہے۔ اس حوالے سے اختر الایمان کی نظم "ایک سیارہ" سے چند اشعار ہیں۔

"اس جہاں کا رنیم ہے کہ بڑے چھوٹوں کو
ہضم کر جائیں بنائیں انہیں خوراک اپنی
بنالیں انہیں پوشاک اپنی
کتنے ظلمات ہیں ظلمات کے بعد
جس نے آواز اٹھائی وہ ہوا نذر ستم
جو مسیحائی کو آیا رسن وداد ملی
ہر نیا دن نئے آفات کا مظہر ٹھہرا
صبح جوں کشتہ ملی شام سر افگار ملی
اب کہاں جائیں گے ہم قبلہ حاجات کے بعد"6

بیسویں صدی صنعتی اور مشینی انقلاب کا دور کہلاتا ہے اور پھر اکیسویں صدی میں انسان نے کتنی تیزی سے ترقی کی اور ارتقاء کے مدارج طے کیے۔ مجید امجد جس سماج میں جی رہے تھے, وہ ہمارے معاشرے میں صنعتی اور مشینی تہذیب کے ابتدائی دنوں کا زمانہ تھا اور اس کے نتیجے میں فرد کا فرد سے براہ راست رابطہ ختم ہوتا چلا گیا۔ انسان مادیت پرستی کا شکار ہو گیا اور مادی اقدار کو فروغ دینے لگا اور 60 کی دہائی کے بعد صنعتی اور مشینی تہذیب نے سماج میں بسنے والے حساس طبیعت کے حامل افراد کے ذہن پر اس قدر گہرے اثرات مرتب کیے کہ مجید امجد جیسا حساس طبیعت کا حامل فرد اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ ایسا سماج جہاں مادی تہذیب کی اجارہ داری کے بعد عزت و تکریم کی پرانی اقدار ختم ہو رہی تھیں۔ مجید امجد نے نظم "آٹو گراف" لکھ کر انھی قدروں کا نوحہ لکھ دیا۔ صنعتی اور مشینی عہد میں فرد کس طرح تنہائی کا شکار ہو گیا اور کس طرح فطرت سے علیحدہ ہو گیا۔ مجید امجد جیسا حساس شاعر ان حالات کو دیکھ کر پکار اٹھتا ہے۔ نظم "توسیع شہر" ملاحظہ کیجیے۔

"بیس برس سے کھڑے تھے جو اس گاتی نہر کے دوار
جھومتے کھیتوں کی سرحد پر، بانکے پہرے دار

گھنے سائے، چھاؤں چھڑکتے، پور لدے چھتنار
بیس ہزار میں بک گئے سارے ہرے بھرے اشجار
جن کی سانس کا ہر جھونکا تھا ایک عجیب طلسم
قاتل تیشے چیر گئے ان ساونتوں کے جسم
گری دھڑام سے گھائل پیڑوں کی نیلی دیوار
کٹتے ہیکل، جھڑتے پنجر، چھٹتے برگ و بار
سہمی دھوپ کے زرد کفن میں لاشوں کے انبار
آج کھڑا میں سوچتا ہوں اس گانی نہر کے دور
اس مقتل میں صرف اک میری سوچ لہکتی ڈال
مجھ پر بھی اب کاری ضرب اک، اے آدم کی آل"7

مجید امجد کے بقول انسان نے فطرت سے اپنی روح کو سیراب کرنے کی بجائے اپنی گونا گوں اغراض کی تکمیل کا وسیلہ بنالیا۔ پہاڑ کاٹے، درخت چھانٹے، دھرتی کو چھلنی کیا۔ جنگل کے جنگل صنعتوں سے پاٹ دیے، توسیع شہر کے نام پر میلوں پھیلے ہوئے سبزہ زاروں کو اینٹوں پتھروں سے لاد دیا اور ایک نئی تہذیب کو پروان چڑھایا۔ جسے شہروں کی تہذیب کہا جاتا ہے۔ شہر، انسان کی فطرت سے علیحدگی کا المیہ ہے ایک مصنوعی زندگی کا المیہ ہے جس میں اخلاقی قدریں پاٹ پاٹ ہو گئی ہیں۔ شہروں کی بدولت مادی ترقی ہوئی اور اس صنعتی اور مشینی دور نے ایسے انسان پیدا کیے جن کی روح زوال کا شکار ہو گئی اور وہ انسان احساس سے عاری ہو گئے۔ بدلتی ہوئی اقدار نے انسان سے اس کی اصل پہچان چھین لی اور انسان اس جدید مشینی دور میں مادیت پرستی کا شکار ہو گیا۔

اختر الایمان کے ہاں بھی جدید دور مادی اقدار کی بالا دستی کا دور ہے۔ جس میں ماضی کی لازوال تہذیبی قدریں مٹ چکی ہیں۔ مادی اقدار نے انسان کی زندگی کو بدل کر رکھ دیا ہے۔ اختر الایمان نے ان بدلتی ہوئی اقدار اور مشینی زندگی کو نہ صرف دیکھا اور محسوس کیا بلکہ مجید امجد کی طرح اسے اپنی نظموں کا حصہ بنا کر اپنے سماج کی بھرپور عکاسی کی ہے۔ اس حوالے سے ان کی بے شمار ایسی نظمیں ہیں جن میں مادی اقدار بدلتی ہوئی اور جدید دور کے انسان کی حقیقت کو اجاگر کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ جن میں "یہ دور"، "عروس البلاد"، "تبدیلی"، "نیا شہر"، "عہد وفا" وغیرہ شامل ہیں۔ نظم "نیا شہر" ملاحظہ کیجیے۔

"جب نئے شہر میں جاتا ہوں، وہاں کے در و بام
لوگ وارفتہ۔ سراسیمہ۔ دکانیں، بازار
بت نئے، راہنماؤں کے، پرانے معبد
حزن آلود شفاخانے، مریضوں کی قطار
تار گھر، ریل کے پل، بجلی کے کھمبے، تھیٹر
راہ میں دونوں طرف نیم برہنہ اشجار
اشتہار ایسی دواؤں کے ہر اک جا چسپاں
اچھے ہو جاتے ہیں ہر طرح کے جن سے بیمار
اس نئے شہر کی ہر چیز لبھاتی ہے مجھے
یہ نیا شہر نظر آتا ہے خوابوں کا دیار
شاید اس واسطے ایسا ہے کہ اس بستی میں
کوئی ایسا نہیں جس پر ہو مری زیست کا بار
کوئی ایسا نہیں جو جانتا ہو میرے عیوب
آشنا، ساتھی، کوئی دشمن جاں، دوست شعار"8

غرض یہ کہ مجید امجد اور اختر الایمان کے نزدیک جدید دور کا انسان انتشار کا شکار ہو گیا۔ اپنی اصل اقدار و روایات کو بھول چکا ہے اور مادی ضروریات کے شکنجے میں جکڑا جا چکا ہے۔ فرد اور سماج کا آپسی رشتہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو کر رہ گیا ہے اور یہ ان کے سماجی شعور کا ایک اہم مماثل پہلو ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.2 2022

مجید امجد کا عہد انتہائی سیاسی ابتری کا زمانہ تھا۔ جنگیں عروج پر تھیں اور ان جنگوں کے اثرات جہاں عام آدمی پر ہوئے وہیں مجید امجد بھی ان سے متاثر ہوئے اور اپنے سماج میں لوگوں کو درپیش ہر چھوٹے بڑے مسئلے کو اپنی نظم کا موضوع بنایا۔ اسی طرح اختر الایمان کے ہاں بھی ہمیں یہ پہلو نظر آتا ہے کیونکہ ان کا عہد بھی انتہائی سیاسی ابتری کا زمانہ تھا۔ اور اس سیاسی کشمکش نے اختر الایمان کو بھی متاثر کیا اور اپنے سماجی شعور کی بدولت انہوں نے بھی اپنے سماج کے ہر چھوٹے بڑے مسئلے کو اپنی نظموں کا موضوع بنایا۔

مجید امجد اور اختر الایمان کی نظموں میں سماجی شعور کے حوالے سے ایک اہم اشتراک یہ بھی ہے کہ انہوں نے خارجی دنیا کی جھوٹی قدروں کو قبول کرنے سے انکار کیا۔ اور سماج کی جعلی اقدار اور ان اقدار سے بننے والے سماجی ڈھانچے کو رد کیا۔ جدید دور میں مادیت کے آسیب نے زندگی سے اس کی معصومیت چھین لی ہے۔ اور ہر طرف اجنبیت کا جال پھیلا ہوا ہے۔ دونوں شعراء نے اپنے سماج کی ان بدلتی ہوئی اقدار کے ساتھ ساتھ انسان کے بدلتے ہوئے روّیوں کی بھی عکاسی کی ہے۔

مجید امجد جس سماج میں جی رہے تھے وہ دور سیاسی انتشار کا دور تھا۔ مجید امجد نے اس جلتے تپتے ماحول میں فرد کی بے ثباتی کا نظارہ کیا۔ پہلی جنگ عظیم اور دوسری جنگ عظیم کی کوکھ سے جنم لینے والے مسائل کے نہ صرف عینی شاہد رہے بلکہ اس ساری صورت حال کو اپنی نظموں کے ذریعے بیان کیا۔ اس حوالے سے ان کی نظم "قیصریت" اور "نفیر عمل" کو دیکھا جا سکتا ہے۔ اختر الایمان کا دور بھی سیاسی انتشار کا زمانہ تھا۔ ان کے ہاں بھی جنگوں کے اثرات اور اس حوالے سے نظمیں ملتی ہیں۔ اس حوالے سے اختر الایمان کی "خاک وخون" اور "قلوپطرہ" وغیرہ کو دیکھا جا سکتا ہے۔ دونوں شعراء نے اپنے سماج کے ایک اہم پہلو کی عکاسی اس طرح کی کہ یہ بھی ان کا ایک اہم مماثل پہلو ٹھہرا۔

ایک اچھے اور بڑے شاعر کا کمال یہی ہوتا ہے کہ سماجی صورت حال اور زماں ومکاں کی کیفیت کو نہ صرف محسوس کرتا ہے بلکہ ان کی کیفیات سے وہ زندگی کے لیے اثبات کی راہیں بھی تلاش کرتا ہے۔ ڈاکٹر نوازش علی کے بقول

> "اس حقیقت سے تو انکار نہیں کہ شاعر ہر حال اپنے سماج اور اپنے زمان ومکاں کا پابند ہوتا ہے لیکن وہ ان پابندیوں کے جال توڑ کر اندر باہر پھیلنے اور بڑھنے اور ان سے بلند ہونے کی قوت بھی رکھتا ہے وہ ایک تہذیبی جبر اور روایت کا وارث ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے وژن اور اپنی اقدار بھی تخلیق کرتا ہے اور اسی سے روایت میں اضافے کا باعث بنتا ہے۔۔۔ بڑا شاعر انسانی وجود اور کائنات کے آفاقی مسائل سے نبرد آزما ہوتا ہے اس سے اس کی شاعری کے شعلے کو تابناکی نصیب ہوتی ہے۔۔۔۔"9

مجید امجد کو مذہب سے ایک خاص قسم کا لگاؤ تھا۔ مذہبی اقدار سے ایک خاص قسم کی عقیدت اور وابستگی رکھتے تھے۔ اسی طرح اختر الایمان کے ہاں بھی مذہبی شعور ملتا ہے۔ انہیں بھی مذہبی اقدار سے خاص قسم کا لگاؤ تھا۔ اس حوالے سے مجید امجد کی نظم "حسین" اور "حضرت زینب" خاص طور پر اہم ہیں اور اختر الایمان کی نظم "کربلا" اس حوالے سے اہم ہے دونوں نے واقعہ کربلا کے حوالے سے اپنے خیالات کو بیان کیا ہے جو کہ ایک واضح اشتراک ہے۔ مجید امجد کی نظم حضرت زینب سے اشعار ملاحظہ کیجیے۔

"وہ قتل گاہ، وہ لاشے ہوبے کسوں کے خیام
وہ شب، وہ سئیہ کونین میں غموں کے خیام
وہ رات، جب تری آنکھوں کے سامنے لرزے
مرے ہوؤں کی صفوں میں ڈرے ہوؤں کے خیام"10

اسی طرح اختر الایمان کی نظم "کربلا" کا آخری شعر ملاحظہ کیجیے۔

"تمام نالہ وشیون تھا تشنگی تھی وہاں
جہاں سے گزرے ہیں یہ دشت کربلا تو نہیں"11

دونوں شعرا کے ہاں ایک ہی کیفیت معلوم ہوتی ہے۔ مجید امجد اور اختر الایمان دونوں نے سماجی اقدار، مٹتی ہوئی قدروں کی پامالی، عام فرد کو کیا مسائل درپیش ہیں، اوران مسائل کا باریک بینی سے مشاہدہ کیا ہے۔ ان کے پیش نظر جو انسان ہے اس کی نوعیت مشترکہ ہے دونوں انسانی مسائل کی تفہیم کرتے ہیں۔

مجید امجد اپنے سماج میں بگاڑ کو دیکھ کر حیرت کا اظہار کرتے ہیں۔ اقدار کی شکست وریخت کو دیکھ کر سخت نالاں ہیں اور حیران وپریشان ہیں کہ معاشرہ کس طرف جا رہا ہے۔ ہر طرف مادیت کا دور دورہ ہے۔ لوگ تباہی کے دہانے کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ پُر امید بھی ہیں۔ انھیں اس بات کا یقین ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا جب لوگوں کو اس بات کا احساس ہو جائے گا کہ وہ گھاٹے کا سودا کر رہے ہیں۔ جبکہ اسی طرح اختر الایمان اپنے سماج کی عکاسی کرتے ہوئے نہ طرف اقدار کی شکست وریخت کا نوحہ بیان کرتے ہیں بلکہ انسان کو ان مسائل سے نمٹنے کا حل بھی بتاتے ہیں۔ ان کے ہاں ایک پُر امید اور رجائیت سے بھرپور لہجہ نظر آتا ہے۔ اختر الایمان کی نظم "ایک کہانی" کو دیکھا جائے تو اس نظم میں مختلف کرداروں کی مدد سے پہلے کسی طرح ماضی

کو بیان کرتے ہیں پھر حال کی کیفیت کو اجاگر کرنے کی کوشش کرتے اور آخر میں انسان کو ہمت اور حوصلہ عطا کر رہے ہیں۔وہ انسان کے اندر زندگی میں آگے بڑھنے کی امید پیدا کر رہے ہیں۔ نظم سے بند ملاحظہ ہو۔

"مستقبل:۔اٹھو نیند کے ماتو جاگو!
دھرتی ماں کے بیٹو جاگو!!
آزادی کا گیت سناتے
آزادی انسان کا حق
آزادی انسان کا حق
آزادی انسان کا حق"12

اس نظم کا مطالعہ کر کے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اختر الایمان اپنے سماج کی بھرپور عکاسی کرتے ہوئے نہ صرف اپنے عہد کے حالات وواقعات سے آگاہ کر رہے ہیں۔بلکہ انسان کی جو صورتحال ہے اس س روشناس کرواتے ہیں اور انسان کو پر عزم،باہمت اور زندگی میں آگے رہنے کا حوصلہ بھی عطا کرتے ہیں۔

مجید امجد نے اپنے سماج کی عکاسی کرتے ہوئے وہاں کے رسم ورواج،اپنے دور کی مختلف تقاریب کو بھی اپنی نظموں کے ذریعے بیان کیا ہے۔اس حوالے سے ان کی نظم "عید الضحیٰ" کو دیکھا جائے تو کس طرح ہندو مسلمانوں کی قید سے آزاد ہو کر اپنے معاشرے میں ہونے والی ہر رسم،ہر رواج چاہے وہ مسلمانوں کا ہو یا ہندوؤں کا اپنے سماج کی عکاسی کرتے ہوئے اسے غیر جانبداری سے بیان کیا ہے۔مجید امجد کی نظم سے اشعار ملاحظہ کیجیے۔

"تجھے عزیز تو ہے سنت براہیمی
تری چھری تو ہے حلقوم گوسفندان پر
مگر کبھی تجھے اس بات کا خیال آیا!
تری نگاہ نہیں دردِ درد مندان پر"13

اختر الایمان نے بھی اپنے سماج کی عکاسی کرتے ہوئے اپنے عہد کے رسم ورواج مختلف تقاریب کا ذکر کیا ہے۔اختر الایمان کی نظم سے مثال ملاحظہ کیجیے۔

"یہ جب کا قصہ ہے سڑکوں پر نئی نئی بجلی آئی تھی
اور مجھے سینے میں دل ہونے کا احساس ہوا تھا
عید کے دن ہم نے لٹھے کی شلواریں سلوائیں تھیں
اور سویوں کا زردہ ہمسائے میں بھجوایا تھا"14

مجید امجد اور اختر الایمان دونوں نے اپنے سماج کی عکاسی کرتے ہوئے اپنے گردوپیش کے حالات وواقعات سے آگاہ کرنے کے لیے خط کی صورت میں بھی نظمیں لکھیں کہ کس طرح پہلے دور میں لوگ ایک دوسرے کے حالات سے آگاہ ہونے کے لیے خط لکھا کرتے تھے اور خط کے ذریعے اپنی زندگی کے احوال سے آگاہ کرتے تھے۔ان دونوں شعراء نے بھی اسی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے خط کے حوالے سے نظمیں بھی تخلیق کیں۔مجید امجد کی نظم "بیاہی ہوئی سہلی کے نام خط" اور اختر الایمان کی "ایک خط" کے نام سے نظم ہے۔جس میں انھوں نے خط کو منظوم صورت میں پیش کر کے اپنے سماج کی ایک روایت کو برقرار رکھا ہے۔مجید امجد کی نظم "بیاہی ہوئی سہلی کے نام خط" سے مثال ملاحظہ کیجیے۔

"کاش پہنچے یہی نوید مجھے
ملے اس خط کی یوں رسید مجھے"15

دونوں کے ہاں مقامی اشیاء کا تصور موجود ہے۔غرض یہ کہ مجید امجد اور اختر الایمان کے عہد میں عالمی جنگیں عروج پر تھی۔اپنے سماج کی سیاسی افراتفری کو دونوں نے بیان کیا ہے پسماندگی،ناانصافی اور غربت جیسی ساری آفتوں کا سامنا ان کے ذاتی تجربات میں شامل ہے اور یہ ایک ایسے انسان کی نمائندگی کرتے ہیں جو سیاسی اقدار کے شکنجے میں جکڑا ہوا ہے۔ان کے عہد میں ترقی پسند تحریک بھی عروج پر تھی۔جس طرح مجید امجد اس تحریک سے وابستہ نہیں ہوئے لیکن کہیں نہ کہیں اثر ضرور قبول کیا ہے،اسی طرح اختر الایمان بھی ترقی پسند تحریک سے مکمل طور پر وابستہ نہیں ہوئے لیکن اس تحریک کے اثرات ضرور قبول کیے۔

ایک عہد سے تعلق ہونے کے باوجود ہر کسی کا اپنا ایک ذاتی نقطہ نظر ہوتا ہے۔چنانچہ دونوں شعرا کا تعلق ایک عہد سے ہونے کے باوجود اپنے سماج کو بیان کرتے ہوئے ان کے ہاں یہ فرق واضح ہے کہ مجید امجد قیام پاکستان کے بعد کے حالات کو زیادہ بیان کرتے ہیں۔تقسیم کے بعد لوگوں کو کن کن مسائل کا سامنا کرنا پڑا اس حوالے سے انہوں نے زیادہ لکھا۔اس حوالے سے ان کی نظم "لاہور

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.2 2022

میں"کو دیکھا جائے تو پاکستان کی سرزمین کا ذکر کیا ہے۔ جبکہ اختر الایمان نے اپنی زیادہ تر زندگی دلی میں گزاری اور ہندوستان کے رسم ورواج اور معاملات کو بیان کیا ہے۔ مجید امجد کی نظم "لاہور میں" ملاحظہ کیجیے۔

"آگ انڈیلیں گے، تیری گلیوں پر
تیری گلیاں کہ جن میں بستے ہیں آج
لوگ، نیندوں میں تیرتے پیکر
لوگ ڈھلتی مسرتوں سے نڈھال
زنگ کے پھول، شاخِ آہن پر
کوئی دیکھے اگر تو شہر شہیر
جن سجیلی سلوں پہ کھینچتی تھی
تو نے گل کار سلسلوں کی لکیر
ان کی جھڑتی تہوں میں دفن ہیں آج
پھول برساتی بجلیوں کے ضمیر!
دیکھتے دیکھتے بکھر بھی گئی
مٹتے کھنڈروں کو جیتے آنگنوں سے
جوڑنے والی آنسوؤں کی لڑی
میں نے اکثر سنی ہے تیری کراہ
کھلو کھلے قہقہوں کی بھیڑ میں بھی!"16

مجید امجد نے قیام پاکستان کے بعد کے حالات کو بیان کیا جبکہ اختر الایمان نے ہندوستان، دلی کے حوالے سے لکھا اس حوالے سے اختر الایمان کی نظم "دلی کی گلیاں"جو کہ تین منظروں پر مشتمل ہے ،سے اشعار ملاحظہ ہوں۔

"فتح پوری مسجد کے آگے
چاندنی چوک کا لمبا رستہ
لال قلعے تک لے جاتا ہے
ہاتھ میں تھامے اپنا بستہ
میں تو مکتب کی سمت رواں ہوں
شاہجہاں کے لال قلعے پر
گوروں کا پہرا بیٹھا ہے
چاندنی چوک میں دائیں بائیں
گلیوں، کوچوں بازاروں میں
بجلی کے کھمبوں پر ہر سُو
ڈھیروں لڑکے چڑھے ہوئے ہیں
اور تاروں کو کاٹ رہے ہیں
پولیس گولی چلا رہی ہے
چلتے چلتے راہ میں رک کر
میں یہ منظر دیکھ رہا ہوں"17

مجید امجد نے سماج میں لوگوں کو درپیش مسائل کا ذکر کرتے ہوئے دیہی زندگی کو موضوع بنایا۔ دیہات کی زندگی اور دیہی علاقوں میں لوگوں کو کس طرح کے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ دیہی زندگی کے معاملات کو زیادہ تر موضوع بنایا۔ صنعتی اور شہری زندگی کو فروغ دینے کے لیے کس طرح دیہاتوں کا خاتمہ کیا گیا اور دیہات میں بسنے والے افراد کی زندگی کو اپنی نظموں کا موضوع بنایا

۔جبکہ اختر الایمان نے اپنی نظموں میں سماجی شعور کے حوالے سے دیہی علاقوں یا دیہاتی زندگی کو موضوع نہیں بنایا، بلکہ انہوں نے زیادہ تر شہر کی زندگی اور شہر میں بسنے والے لوگوں کی زندگی کو موضوع بنایا۔

صنعتی اور شہری زندگی کے حوالے سے مجید امجد کا دائرہ کار محدود ہے جبکہ اختر الایمان کا دائرہ کار لا محدود ہے۔اختر الایمان نے بڑے بڑے شہروں کا سفر کیا، یہی وجہ کہ ان کے ہاں بڑے شہروں کی زندگی زیادہ نظر آتی ہے۔کیونکہ انہوں نے زندگی بھی بڑے شہروں میں گزاری۔ بڑے شہروں کی زندگی اور وہاں کے عام آدمی کو اپنی نظموں کا موضوع بنایا۔لیکن مجید امجد کی نظموں میں جس آدمی کی جھلکیاں ملتی ہیں وہ قصبوں اور چھوٹے شہروں میں رہنے والا ہے۔اتفاق سے ان کی زندگی ہی چھوٹے شہروں اور قصبوں میں گزاری اس حوالے سے ان کی نظم "گاؤں"اور"کون دیکھے گا" کو دیکھا جا سکتا ہے۔ نظم "کون دیکھے گا" سے شعر ملاحظہ کیجیے۔

"میں روز ادھر سے گزرتا ہوں کون دیکھتا ہے
میں جب ادھر سے نہ گزروں گا تو کون دیکھے گا"18

ظاہر ہے یہ المیہ کسی گاؤں، قصبے یا چھوٹے شہر کا ہی ہو سکتا ہے، بڑے شہروں میں احساس پیدا ہونا محال ہے۔اختر الایمان کی زندگی چونکہ بڑے بڑے شہروں میں گزری اور بڑے شہروں میں کس قسم کی صورتحال ہوتی ہے اس کا اندازہ کی نظم "اتفاق"،"تبدیلی"وغیرہ سے لگایا جا سکتا ہے۔ نظم "اتفاق" ملاحظہ کیجیے۔

"دیارِ غیر میں کوئی جہاں نہ اپنا ہو
شدید کرب کی گھڑیاں گزار چکنے پر
کچھ اتفاق ہو ایسا کہ ایک شام کہیں
کسی اک ایسی جگہ سے ہو یونہی میرا گزر یونہی
جہاں ہجوم گریزاں میں تم نظر آجاؤ
اور ایک ایک کو حیرت سے دیکھتا رہ جائے!"19

اختر الایمان نے اپنے سماج کی عکاسی کرتے ہوئے جہاں عام آدمی کے لیے آواز بلند کی و،ہیں عورت کے حقوق کے لیے بھی آواز اٹھائی۔عورت کے ساتھ کس طرح ناانصافی ہوتی ہے اور وہ چپ چاپ سارے ظلم و ستم سہتی ہے۔اس حوالے سے انہوں نے نظم "گونگی عورت" لکھی جبکہ مجید امجد کی نظموں کا جائزہ لیا جائے تو انہوں نے عورت کے حقوق و تحفظ کے لیے نظم کی صورت میں اپنے خیالات کا اظہار نہیں کیا۔

مجید امجد نے اپنے سماج میں پھیلے ظلم و ستم اور سیاسی افراتفری کو بیان کرنے کے لیے پرندوں کی علامت کا سہارا لیا۔ جیسے ان کی نظمیں "بن کی چڑیا"، "بہار کی چڑیا"، "اے ری چڑیا"!یعنی چڑیا کو ظالم سماج کے لیے بطور علامت استعمال کیا۔اس حوالے سے "بہار کی چڑیا" سے استعارہ ملاحظہ کیجیے۔

"لیکن اے ہے، کون ہے یہ اس شش محل کے میں اس جیسی
کون ہے پہلے سے یہ بیرن
جھپٹ جھپٹ کر اس نے اس چہرے پر کالک مل دی
اور اب وہ اور اس کا منگیتر دونوں،
گلے پھلا کر کتنے تاؤ میں اس بے عکس آئینے کے آگے بیٹھی
باغی جوہر دور میں اپنے سائے سے لڑنے آتے ہیں"20

اختر الایمان نے اپنے سماج کے سیاسی پہلو کو بیان کرنے کے لیے جانوروں کی علامت کا استعمال کیا۔ جیسے ان کی نظم "سب رنگ" میں سانپ کی علامت کو سیاسی رہنما کے لیے استعمال کیا گیا۔اسی طرح گدھ کی علامت سرمایہ دار طبقے کے لیے استعمال کی۔ نظم میں "سانپ" کی گفتگو ملاحظہ کیجیے۔جو کہ سیاسی رہنماؤں کے لیے بطور علامت موجود ہے۔

"بیٹھے بیٹھے، پاؤں کہیے جناب
مجھ میں کیا صدر کے اوصاف نہیں!
دیکھیے چستی و چالاکی و نرمی میری
دیکھیے رنگ مرا، رنگ کی گہرائی مری
دیکھیے زہر مرا، زہر کی گہری میری
مست ہو کر جو کسی بین پہ میں ناچ اٹھوں
بین کوئی بھی ہو مقصد مرا حل ہوتا ہے
دیکھتے دیکھتے پتھر کو بھی پانی کر دوں

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

میں اگر جھوٹ کو سچ کہ دوں تمھیں ساتھ نہ دو
اس کا جو میرا مخالف ہو، مرا دشمن ہو۔
کنڈلی جو مار کے بیٹھوں تو سمٹ جائے زمیں
ڈس کے پلٹوں جو کسی کو وہیں افسانہ بنے!
میرا ڈسنا مری پھنکار مرا رقص حسیں
سب ہیں ذو معنی، انہیں جان سکو گے تم کیا
زہر گلو تو جھلس جائیں مکاں اور مکیں
غالباً تم ابھی واقف نہیں اس بھید سے بھی
زہر کی لاگ بنا کوئی سیاست ہی نہیں؟
تم ابھی بچے ہو اس قضیے میں کیوں پڑتے ہو؟
مجھ میں اک صدر کے اوصاف ہیں سب جان چیزیں "21

اپنے سماج کی عکاسی کرتے ہوئے مجید امجد نے جہاں بدلتی ہوئی اقدار کا نوحہ بیان کیا۔ وہیں اختر الایمان کے ہاں بھی اقدار کی شکست و ریخت کا نوحہ بھی ملتا ہے لیکن اختر الایمان کے ہاں وسعت پائی جاتی ہے۔ انہوں نے اخلاقی زوال کو اپنی نظم کا موضوع بنایا۔ اختر الایمان کی نظم "یہ نظم" اس کی واضح مثال ہے۔ روحانی اقدار کی پامالی اختر الایمان کی نظموں کا اہم موضوع رہا۔ شمیم حنفی کے بقول

"یہ لڑکا سرد سر فضا میں زندگی کی حرارت، توانائی اور مہم جوئی کی علامت بن کر مہذب انسان کے اجتماعی زوال کی طرف اشارہ کر تا ہے۔"22

مجید امجد کے سماجی شعور کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے کائنات کے حوالے سے جدید سائنسی نظریات اور 1946ء کی خلائی تحقیقات اس حوالے سے بھی نظمیں لکھیں اور اپنے سماج میں زندگی بسر کرنے والے عام آدمی کی توجہ کو بھی اس جانب مبذول کروایا۔ اس حوالے سے ان کی نظم "جنگی پوسٹر" عمدہ مثال ہے جبکہ اختر الایمان کے ہاں ہمیں باقاعدہ طور پر کوئی سائنسی نقطہ نظر نہیں ملتا۔

مجید امجد کے ہاں مقامی جگہوں کا ذکر کثرت سے ملتا ہے۔ اپنے سماج کی عکاسی کرتے ہوئے اپنے آبائی گاؤں وہاں کی آب و ہوا، مختلف موسموں کا ذکر کرتے ہیں۔ اس کی نظموں میں مقامی، قصباتی زندگی، زرعی علامتوں، ہڑپہ وغیرہ کی تہذیب و سماج کا ذکر کثرت سے ملتا ہے۔ خاص کر جھنگ کی سرزمین کے حوالے سے اور وہاں کے لوگوں کے حوالے سے کثرت سے بیان کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ مجید امجد کی اپنی ذات پر جھنگ کی معاشرت کا کس قدر گہرا اثر تھا، اس کا اندازہ ہم اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ مجید امجد ہمیشہ پنجابی میں اور نرم و دھیمے لہجے میں بات جیت کرتے تھے۔ ان کی گفتگو میں جھنگ کے لوک گیتوں کا رچاؤ نظر آتا ہے اور ساتھ ہی وہ نرم اور دھیمے لہجے میں گفتگو کرتے ہیں۔ انہوں نے نظم "جھنگ" کی تخلیق کر کے اس کے ذریعے وہاں کے حالات کی بھی عکاسی کی ہے۔ نظم سے اشعار ملاحظہ ہوں۔

"یہ خاکداں جو ہیولیٰ ہے ظلمستاں کا
یہ سرزمیں جو ہے نقشہ جحیم سوزاں کا
یہ تنگ و تیرہ بے رنگ و بو دیارِ مہیب
یہ طرفہ شہر عجیب غریب و خفیہ نصیب "23

اس نظم میں گو کہ مجید امجد نے وہاں کے تلخ حقائق کی نشاندہی کی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ انہیں اپنے آبائی گاؤں جھنگ سے لگاؤ بھی تھا۔

اس کے علاوہ "گاؤں" "بیساکھ" "بھادو" وغیرہ کے ذریعے اپنے عہد کی آب و ہوا اور موسموں کی بھی بیان کرتے ہیں۔ جو سماج پر براہ راست اثر انداز ہوتے ہیں۔ مجید امجد کی نظم "گاؤں" سے اشعار ملاحظہ کیجیے۔

"یہ تنگ و تار جھونپڑی گھاس پھوس کی
اب تک جنھیں ہوا نہ تمدن کی چھو سکی
ان جھونپڑوں سے دُور اور اس پار کھیت کے
یہ جھاڑیوں کے جھنڈ یہ انبار ریت کے
یہ سادگی کے رنگ میں ڈوبا ہوا جہاں
ہنگامۂ جہاں ہے سکوں آشنا جہاں
یہ دوپہر کو کیکروں کی چھاؤں کے تلے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.2 2022

گرمی سے ہانپتی ہوئی بھینسوں کے سلسلے
ریوڑ یہ بھیڑ بکریوں کے اُونگھتے ہُوئے
جھک کر ہر ایک چیز کی بو سونگھتے ہوئے
یہ آندھیوں کے خوف سے سہمی ہوئی فضا
جنگل کی جھاڑیوں سے سنکتی ہوئی ہوا"24

اختر الایمان نے بھی اپنے سماج کی عکاسی کرتے ہوئے وہاں کی آب ہوا اور موسموں کا ذکر تو کیا ہے۔ لیکن اُن کے ہاں ہمیں با قاعدہ طور پر اس حوالے سے کوئی نظم نہیں آتی۔ اپنی خود نوشت "اس آباد خرابے میں" میں تو انھوں نے اپنی زندگی اپنے علاقے، وہاں کی آب و ہوا اپنے آبائی گاؤں کا ذکر تو کیا لیکن منظوم صورت میں انا کے ہاں ایسا کچھ نظر نہیں آتا۔

مجید امجد نے اپنے معاشرے کی عکاسی کرتے ہوئے اپنے معاشرے کے لوگوں کی بے حسی اور دوغلے پن کو واضح کرتی ہیں۔ لیکن اختر الایمان نے اس حوالے سے زیادہ باریک بینی سے اپنے سماج کی عکاسی کی ہے۔ اس کے ہاں ہمیں معاشرے کی بے حسی، انسان کا دوغلا پن، انسان کا منافقانہ رویّہ کس طرح معاشرے میں ایک ناسُور کی صورت اختیار کرتا جا رہا ہے۔ اس حوالے سے انہوں نے سماج کی بے حسی اور خونمائی کو زیادہ، گرائی اور باریک بینی سے اجاگر کیا ہے۔ اس حوالے سے اس کی نظم: نیاز" ملاحظہ کیجیے۔

" قرآں کی آیتوں کے ساتھ ارواح اب جد کو
خمیری روٹیوں اور وقرمے کے ساتھ رخصت کر دیا ہم نے
خدا بھی خوش ہوا ہو گا کہ زیبائے جہاں خوش ہوا
عمل سے اپنے منہ کھولے تھا دوزخ بھر دیا ہم نے"25

اس بے حسی کے دور میں انسان کو انسان سے محبت نہیں رہی، وہ صرف دکھاوا کرنا جانتا تھا۔ اُس کے دل میں کسی کے لیے خلوس اور پیار محبت باقی نہیں رہی۔ صرف نمود و نمائش کرنا آتی ہے۔ اس حوالے سے اختر الایمان نے ایک واقعہ بیان کیا ہے جو اُن کے بقول درج ہے۔

"میں نے ایک زمانہ ہوا، ایک فلم دیکھی تھی۔ جب مردے کی چتا کو آگ دی گئی۔ جنازے میں شریک ہونے والوں میں سے ایک اس آگ پر ہاتھ تاپ رہا تھا۔ یہ منظر میں نے اس وقت دیکھا جب امجد کا انتقال ہوا۔ جنازہ اٹھانے کے وقت ہر ایکٹر کی کوشش تھی کہ وہ پہلے جنازے کو کاندھا دے اس لیے کہ چاروں طرف کیمرے لگے ہوئے تھے اور اس پس منظر کے ساتھ ہر ایکٹر تصویر کھنچوانے کا خواہشمند تھا"26

اختر الایمان کی نظم "یادیں" ان کے سماجی شعور کی بھرپور عکاسی کرتے ہ۔ اس نظم کی صورت میں انہوں نے اپنے پورے عہد اور سماج میں رونما ہونے والے حالات و واقعات کو بیان کیا ہے۔ نظم "یادیں" سے اشعار ملاحظہ کیجیے۔

"وہ بالک ہے آج بھی حیراں میلہ جوں کا توں ہے لگا
حیراں ہے بازار میں چُپ چُپ کیا کیا بکتا ہے سودا
کہیں شرافت، کہیں نجابت، کہیں محبت، کہیں وفا
آل اولاد کہیں بکتی ہے، کہیں بزرگ اور کہیں خدا
ہم نے اس احمق کو آخر اسی تذبذب میں چھوڑا
اور نکالی راہ مفر کی اس آباد خراب میں
دیکھوں ہم نے کیسے بسر کی اس آباد خراب میں"27

یوں کہا جا سکتا ہے کہ ہر عہد سے جڑا ہوا شاعر اپنے عہد کے سیاسی و سماجی معاملات کے بارے میں اپنا ایک منفرد نقطہ نظر رکھتا ہے اور وہ اپنی تخلیقات کے ذریعے اپنے عہد کے سماجی نظریات کو دوسرے عہد تک پہنچانے کا فریضہ سر انجام دیتا ہے۔

حوالہ جات

1۔ احتشام علی، مجید امجد نئے تناظر میں، بیکن بکس، لاہور، 2014ء، ص420
2۔ مجید امجد، کلیات مجید امجد، خواجہ محمد زکریا، الحمد پبلی کیشنز، لاہور، 2018، ص486
3۔ اختر الایمان، کلیات اختر الایمان، مرتب، سلطانہ ایمان / بیدار بخت، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، 2000ء، ص153

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 6 No.2 2022

4۔ مجید امجد، کلیات مجید امجد، ص34

5۔ ایضاً، ص332

6۔ اختر الایمان، کلیات اختر الایمان، ص736

7۔ مجید امجد، کلیات مجید امجد، ص356

8۔ اختر الایمان، کلیات اختر الایمان، ص683

9۔ نوازش علی، ڈاکٹر، مجید امجد کا تصور شاعری۔۔۔ عمل خیر کا تسلسل، مشمولہ: دستاویز، مجید امجد نمبر، اپریل تا جون 1991ء، ص123

10۔ اختر الایمان، کلیات اختر الایمان، 456

11۔ اختر الایمان، کلیات اختر الایمان، ص446

12۔ اختر الایمان، کلیات اختر الایمان، ص201-199

13۔ مجید امجد، کلیات مجید امجد، ص353

14۔ اختر الایمان، کلیات اختر الایمان، ص399

15۔ مجید امجد، کلیات مجید امجد، ص237

16۔ مجید امجد، کلیات مجید امجد، ص392۔391

17۔ اختر الایمان، کلیات اختر الایمان، ص435۔434

18۔ مجید امجد، کلیات مجید امجد، ص455

19۔ اختر الایمان، کلیات اختر الایمان، ص162

20۔ مجید امجد، کلیات مجید امجد، ص511

21۔ اختر الایمان، کلیات اختر الایمان، ص110-109

22۔ شمیم حنفی، نئی شعری روایت، مکتبہ جامعہ، دہلی، 1987ء، ص110

23۔ مجید امجد، کلیات مجید امجید، ص199

24۔ مجید امجد، کلیات مجید امجد، ص188

25۔ اختر الایمان، کلیات اختر الایمان، ص528

26۔ اختر الایمان، اس آباد خرابے میں، اردو اکادمی، دہلی، 1996ء، ص236۔235

27۔ اختر الایمان، کلیات اختر الایمان، ص268